موقت شادی : صحیحین اور فریقین کی نظر میں

TEMPORARY MARRIAGE IN THE VIEW OF THE SAHIHAYN (SAHIH BUKHARI & MUSLIM) & FARIQAYN (SHIA AND SUNNI)

Dr. Muhammad Riaz
Dostdar Hussain

ABSTRACT

Temporary marriage or *muta'h* refers to taking a woman in marriage for a specific time period. This kind of marriage takes place only among the Shia Muslim. Other non-Shia Muslims not only express their disdain for it, sometimes they also criticize *Shia* Muslims for observing *muta'h*. In the *Hanbalite* School of *Sunni* Jurisprudence, there is a type of marriage, called *Nikah al-Misyār* (lit. traveller's marriage or marriage of convenience), which is identical to *muta'h*. In this article, some aspects of *muta'h* has been discussed in the light of *Shia* Jurisprudence, and especially in the view of the *Sahihayn*. The authors claim that the temporary marriage involves all the conditions of a permanent marriage and it is completely legal from the viewpoint of Islamic laws.

Key words: Marriage, Temporary Marriage, *Sahihayn*, *Misyar*.

خُلاصہ

موّقت شادی یا متعہ کا مطلب ایک معین مدّت کے لئے کسی خاتون سے نکاح کرنا ہے۔ مسلم دُنیا میں صرف شیعہ موقت شادی کے قائل ہیں۔ مسلمانوں کے دیگر مسالک اِسے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ البتہ فقہ حنبلی کے پیروکاروں کے ہاں نکاح مسیار کے نام سے ایک نکاح متعارف کرایا گیا ہے جس کی ہیئت مُتعہ جیسی ہی ہے۔ زیرِ بحث مقالہ میں موّقت یا انقطاعی نکاح کی بعض جزئیات کو شیعہ فقہ اور بالخصوص صحیحین (صحیح بُخاری و مسلم) کے تناظر میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس مقالہ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ موّقت نکاح میں بھی دائمی نکاح کی تمام شرائط لاگو ہوتی ہیں اور یہ اسلامی شریعت و قانون کے لحاظ سے مکمل شرعی معاملہ ہے۔

کلیدی کلمات: شادی، متعہ، موّقت، صحیحین، میسار۔

تعارف

مُتعہ یا موّقت نکاح، دائمی شادی اور نکاح کی طرح میاں بیوی کے درمیان ایک سماجی معاہدہ ہے جس میں فریقین باہمی رضامندی سے کچھ مّدت کے لئے ازدواجی زندگی گزارنے کا عہد کرتے ہیں۔ اس نکاح میں بھی نکاح دائمی کی تمام شرائط لاگو ہوتی ہیں۔ بطور کلی، اہل سنّت کے ہاں نکاح انقطاعی کو جائز نہیں سمجھا گیا۔ البتہ چند ایک محققین بوقت ضرورت اس عمل کی انجام دہی کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن اہل تشیّع اس بات کے قائل ہیں کہ اباحت کے بعد اس کی حُرمت کے سلسلے میں کوئی صریح نص موجود نہیں۔ بطور خاص شیعہ علماء قرآن مجید کی اس آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ (24:4) کو پیش کرتے ہیں۔ اہلسنت علماء کے نزدیک فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے معنی نکاح دائمی کے نتیجے میں قائم تعلقات کی طرف اشارہ ہے، جس کا معنی حقوق زوجیت کی ادائیگی ہے۔[1] بہر صورت، یہ موضوع موردِ بحث ہے کہ آیا پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اس کی اباحت کو برقرار رکھا یا حُرمت کا حکم نافذ کردیا؟ علمائے امامیہ کے نزدیک مُتعہ کی حُرمت نصِ صریح سے ثابت نہیں جبکہ علمائے تسنن کے نزدیک نصِ صریح کی رو سے مُتعہ کی حرمت ثابت ہے۔ اس مقالہ کی تالیف میں ہمارا مقصد فقہی مسائل میں سے ایک تحقیق طلب مسئلہ کی نشاندہی ہے۔ لہٰذا ہم نے تحقیق کے اُصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کے چند تحقیق طلب گوشے سامنے لانے کی کوشش کی ہے تاکہ علمائے اسلام اس مسئلہ پر مزید تحقیق کرسکیں۔

عہد رسالت

عہد رسالت میں متعہ کا جواز ایک مسلمہ امر ہے۔ فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ اوائلِ اسلام میں مُتعہ جائز تھا۔ پیغمبرِ رحمت حضرت محمد ﷺ نے کسی غزوہ (غالباً جنگ خیبر، حضرت ربیع بن سبرہ الجہنی سے فتح مکہ کی روایت آئی ہے) میں اس کی اباحت کی اجازت دی تھی۔ تاہم اہل تسنن کے مطابق رفعِ ضرورت کے بعد اس کی اباحت ختم ہوگئی اور حُرمت کا حکم لاگو ہوگیا۔ اوائلِ اسلام میں موّقت نکاح کی اباحت پر فریقین نے مستند احادیث نقل کی ہیں۔ صحاح ستّہ اور کتبِ اَربعہ میں اس نوع کی بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ ثعلبی نے عمران بن حصین سے روایت نقل کی ہے: عن عمران بن الحصین قال: نزلت هذه الآیة فی کتاب الله، لم تنزل آیة بعدها تنسخها، فأمرنا بها رسول الله وتمتعنا مع رسول الله ولم ینهنا عنه[2] یعنی: "عمران بن حصین کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں مُتعہ کی آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد اس کو منسوخ کرنے والی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ لہٰذا پیغمبر ﷺ نے ہمیں مُتعہ کرنے کا حکم دیا اور ہم نے متعہ انجام دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔"

ابنِ عباس دیگر اور چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ضرورت کے وقت موّقت نکاح کی اباحت مروی ہے۔ اسی طرح امام حنبل سے بھی ایک روایت منسوب ہے۔[3]

صحیحین اور موّقت نکاح

علمائے اہلسنت کے نزدیک صحیحین (بُخاری و مسلم) کو بالترتیب قرآن مجید کے بعد اصحُ الکُتب کا درجہ حاصل ہے۔ ان دونوں کتابوں میں درج تمام احادیث ہر اعتبار سے دُرست ہیں اور ان کا سلسلہ براہ راست پیغمبرِ اسلام ﷺ تک پہنچتا ہے۔ کلی طور پر دونوں کتب، احادیث کا منبع اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تمام تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔[4] حافظ ابن صلاح، حافظ ابن حجر، علامہ ابن تیمیہ، علامہ سرخسی وغیرہ کے نزدیک صحیحین کی تمام حدیثیں حجت کے لئے قطعی ہیں۔ اب اگر یہ طے ہے کہ دونوں کتبِ حدیث میں موجود احادیث قطعیت کا درجہ رکھتی ہیں تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صحیحین میں وارد اُن احادیث کا احاطہ و تجزیہ کیا جائے جن کا تعلق مُتعہ (نکاح انقطاعی) سے ہے۔

عمومی طور پر صحیح بخاری میں متعہ سے متعلق آٹھ حدیثیں بیان ہوئیں ہیں جبکہ صحیح مسلم میں ۲۶ حدیثیں درج کی گئیں ہیں۔ صحاح ستہ میں امام مسلم واحد محدث ہیں جس نے سب سے زیادہ حدیثیں درج کی ہیں۔ ان کی صحیح میں درج چار احادیث ایسی ہیں جو کلی طور پر مُتعہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں۔ یعنی یہ احادیث پیغمبر اسلام ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد لوگوں کے سامنے بیان کی گئیں اور ان چاروں احادیث کا لہجہ بظاہر مُتعہ کی اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ چھ حدیثیں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہیں اور ان سے بیان کردہ تمام احادیث مُتعہ نکاح کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں۔ کسی ایک حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کی حیات میں حُرمت کا تذکرہ نہیں ہے۔ ان احادیث کا متن دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصے میں صرف اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے نکاح انقطاعی کی اجازت مرحمت فرمائی؛ جبکہ اس میں حُرمت کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرا حصہ ان احادیث سے تعلق رکھتا ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اور خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر اور خلیفہ ثانی حضرت عمر کے دور تک مُتعہ جائز تھا۔ بعدازاں حضرت عمر نے اسے حرام قرار دیا۔ تاہم یہاں بھی پیغمبرِ اسلام ﷺ کی طرف سے حرمت ثابت نہیں ہے۔

بقول حضرت جابر بن عبداللہ انصاری: "ہم نے پیغمبر اسلام ﷺ اور حضرات ابوبکر و عمر کے زمانہ میں مُتعہ کیا تھا۔[5] ہم ایک مٹھی بھر کھجور یا ایک مٹھی آٹے کے عوض مقررہ دنوں کے لئے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مُتعہ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے عمرو بن حریث کے واقعہ کی وجہ سے مُتعہ سے منع فرمادیا۔[6] ابن عباس اور ابن زبیر کے درمیان دونوں مُتعہ (مُتعہ حج و مُتعہ نکاح) میں اختلاف ہوگیا۔

سوجناب جابر نے کہا کہ ہم ان دونوں مُتعہ (حج ونکاح) کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کرتے تھے پھر حضرت عمر نے ہمیں ان سے منع کر دیا تو اس کے بعد ہم نے انہیں نہیں لوٹایا یعنی نہیں کیا۔[7] یہ تینوں احادیث کلی طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے سے لے کر حضرت عمر کی خلافت کے اوائل تک مُتعہ نکاح کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں۔ ہزار تاویلات کرنے کے باوجود ان تین احادیث کے معنی بدلے نہیں جا سکتے۔ ظاہر بظاہر ان احادیث میں مُتعہ کا معنی وہی ہے جو آج کے زمانے میں شیعہ لیتے ہیں۔ دیگر تین احادیث کا تعلق بھی اباحت سے ہے۔یعنی پیغمبرِ اسلام ﷺ نے غزوات میں صحابہ کرام کو مُتعہ کی اجازت دی تھی۔ البتہ حضرت جابر سے یہ مروی نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے مُتعہ سے منع بھی فرمایا تھا۔ حضرت جابر سے مروی ان چھ احادیث کا تجزیہ ہم ان نکات میں کرتے ہیں:

1. مُتعہ کی اباحت غزوات میں ہوئی کیونکہ جنگوں میں صحابہ کرام کے ہمراہ ان کی زوجات موجود نہیں ہوتی تھیں۔
2. مُتعہ کی اباحت کا تعلق صرف ضرورت سے تھا اور اس کی مدّت چند دن کے لئے ہوتی تھی۔
3. مُتعہ پیغمبر اسلام ﷺ، حضرت ابوبکر و عمر کے دور میں رائج تھا۔
4. مُتعہ کی حرمت پیغمبر اسلام ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ حضرت عمر نے اس سے منع کیا تھا۔
5. خلیفہ ثانی حضرت عمر کی طرف سے عمرو بن حریث کے واقعہ کے بعد نکاح انقطاعی کی ممانعت کی گئی۔

حضرت جابر نے یہ چھ احادیث پیغمبر اسلام ﷺ کی رحلت کے بعد بیان فرمائیں ہیں۔ خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے درمیان مُتعہ کے بارے میں تنازع کے بعد جابر بن عبداللہ کا یہ فرمانا کہ ہم حضورِ اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے دور میں مُتعہ کرتے تھے، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق حضرت محمد ﷺ کی زندگی سے نہیں ہے اور اگر خود آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اس طرح کا کوئی تنازع ہوتا تو ضرور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف رجوع کرتے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک (ابن عباس) مُتعہ کی اباحت کے قائل تھے، جبکہ دوسرے (ابن زبیر) حرمت کے قائل تھے۔ جابر نے یہ کہہ کر کہ: "ہم پیغمبر اسلام ﷺ، حضرت ابوبکر وعمر کے دور میں مُتعہ کرتے تھے"، ابن عباس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ان چھ احادیث کی روشنی میں مُتعہ کی اباحت کو جُھٹلانا علمائے اہلسنت کے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اب آیئے صحیح مسلم کی دوسری احادیث کی طرف، ایک حدیث جس کے راوی حضرت ایاس بن سلمہ ہیں، میں بیان ہوا ہے کہ غزوہ اوطاس (جس سال مکہ فتح ہوا) کے دوران آنحضرت ﷺ نے تین دن کے لئے مُتعہ کی اجازت

دی تھی بعدازاں آپ ﷺ نے منع فرمایا۔[8] جبکہ حضرت ربیع بن سبرہ الجہنی سے مروی احادیث کی تعداد ۱۳ ہے۔ موصوف سے بیان کردہ تمام احادیث مُتعہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت ربیع نے خود بھی اپنے والد سے روایت بیان کی ہے۔ صرف ایک حدیث آنجناب سے موسوم ہے۔ جبکہ ایک اور حدیث کو انھوں نے اور حضرت عروہ بن زبیر نے مشترک بیان کیا ہے۔ دیگر احادیث کے راوی اور شاہد حضرت ربیع کے والد ہیں۔ سلسلہ رواۃ کے ردّوبدل کے ساتھ تمام احادیث کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ذیل میں ہم تمام 9 احادیث کا مفہومی ترجمہ خُلاصہ کی صورت میں بیان کرتے ہیں: حضرت ربیع بن سبرہ الجہنی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ غزوہ فتح مکہ میں شرکت کی۔ ہم نے مکہ میں پندرہ دن قیام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نکاح مُتعہ کی اجازت دی۔ پس میں اور میری قوم میں سے ایک آدمی نکلے اور میں خوبصورتی میں اس پر فضیلت کا حامل تھا اور وہ بدصورتی کے قریب تھا اور ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک چادر نئی اور عمدہ تھی۔ جب ہم مکہ کے نیچے یا اونچے علاقے میں آئے تو ہمیں ایک عورت ملی جو کہ باکرہ نوجوان اور لمبی گردن والی تھی۔ ہم نے اس سے کہا: کیا تو ہم میں سے کسی ایک سے نکاح مُتعہ کر سکتی ہے؟ اس نے کہا تم دونوں کیا بدل دوگے؟ ہر ایک نے چادر پھیلائی پس اس نے دونوں آدمیوں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور میرا ساتھی اسے دیکھتا تھا اس کے میلانِ طبع کے جانچنے کے لئے۔ اس نے کہا یہ چادر پرانی ہے اور میری چادر نئی اور عمدہ ہے۔ اس عورت نے دو یا تین مرتبہ کہا کہ اس چادر میں کوئی حرج نہیں۔ پھر میں نے اس سے نکاحِ مُتعہ کیا اور میں اس کے پاس سے اس وقت تک نہ آیا جب تک رسول اللہ ﷺ نے اسے میرے لئے حرام نہ کر دیا۔[9]

اہل سنّت منابع میں حضرت علی علیہ السلام سے پانچ روایات نقل کی گئی ہیں جو حرمتِ مُتعہ پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت ربیع بن سبرہ الجہنی سے مروی احادیث اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت شدہ احادیث حُرمت کے اعتبار سے مشترک ہیں۔ لیکن حضرت ابی ربیع بن سبرہ الجہنی سے مروی احادیث میں حُرمت اور اباحت دونوں کا ذکر ہے۔ البتہ حُرمت کا حکم کہاں لاگو ہوا اس بارے میں واضح تضاد ہے۔ اوپر ہم نے بیان کیا کہ حضرت ربیع بن الجہنی سے مروی احادیث میں نکاح مُتعہ کی حُرمت غزوہ مکہ بتایا گیا ہے جبکہ حضرتِ علی علیہ السلام سے مروی احادیث میں نکاح مُتعہ کی حرمت غزوہ خیبر ہے۔ ان پانچ احادیث میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ مُتعہ نکاح کب مباح ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غزوات میں سے کسی غزوہ کے دوران نکاح مُتعہ جائز ہوا ہوگا، جیسا کہ حضرت جابر سے مروی روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے مروی احادیث میں صرف حُرمت کا ذکر ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی احادیث میں صرف

اباحت کا ذکر ہے۔ نیز حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی روایات میں مُتعہ کی حُرمت حضرت عمر کے دور میں ثابت ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ تینوں صحابہ کرام سے مروی احادیث ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ کے نزدیک نکاح مُتعہ کی اباحت کسی غزوہ میں ہوئی اور اس کی حُرمت حضرت عمر کے دور میں ہوئی یعنی خلیفہ دوئم نے اس سے منع فرمایا۔ حضرت ربیع بن سبرہ الجہنی کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ نکاح مُتعہ غزوہ مکہ کو مباح ہوا اور صرف تین دن کے اندر ہی اس کی حُرمت بھی کی گئی جبکہ حضرتِ علی سے روایت شدہ احادیث میں اس کی حُرمت کا ذکر تو ہے البتہ اباحت کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے اور آپ سے بیان کردہ پانچوں احادیث میں نکاح مُتعہ کی حُرمت کا دن غزوہ خیبر بتایا گیا ہے۔

ہم نے صحیح مسلم کا تذکرہ پہلے اس لئے کیا کیونکہ اس کتاب میں مُتعہ نکاح کے حوالے سے کافی احادیث موجود ہیں جبکہ امام بخاری نے متعہ نکاح کے حوالے سے صرف ۸ حدیثیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے چار احادیث حضرتِ علی علیہ السلام سے روایت کی گئیں ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ امام مسلم نے مُتعہ نکاح سے متعلق حضرت ابی ربیع بن سبرہ الجہنی سے سب سے زیادہ حدیثیں بیان کی ہیں لیکن امام بخاری نے ان سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ نیز امام بخاری نے وضاحت کے ساتھ کوئی ایسی حدیث بیان نہیں کی جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ نکاح مُتعہ مباح ہے۔ البتہ ایک دو احادیث میں آپ نے یوں بیان کیا ہے: مسدد، یحیٰی، عبید اللہ، نافع، حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے شغار سے منع فرمایا ہے، میں نے نافع سے پوچھا شغار کیا ہے؟ انہوں نے کہا کوئی شخص کسی آدمی کی بیٹی سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اس سے بغیر مہر کردے اور کوئی شخص کسی کی بہن سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی بہن کا نکاح اس سے بغیر مہر کر دے اور بعض لوگوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص حیلہ کرکے نکاح شغار کرے تو یہ جائز ہے لیکن شرط باطل ہے اور مُتعہ کے متعلق کہا ہے کہ نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ متعہ اور شغار جائز ہے اور شرط باطل ہے۔[10]

تنقیدی جائزہ

صحیحین میں متعہ کے بارے میں جو روایات نقل کی گئی ہیں اگر ان کا بغور جائزہ لیا جائے تو ان میں کافی اضطراب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے متعہ کی ممنوعیت کے لئے ان روایات استدلال کمزور پڑ جاتا ہے۔ ان روایات کے حوالے سے درج ذیل عمدہ ملاحظات بیان کیے گئے ہیں:

اول: حضرت ربیع بن سبرہ الجہنی سے مروی تمام احادیث حضرت جابر بن عبداللہ کی روایات سے بالکل مختلف ہیں۔ حضرت جابر نے مطلق غزوات کہا ہے کسی غزوہ کی قید نہیں لگائی۔ جبکہ حضرت ربیع کی احادیث باقاعدہ غزوہ مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

دوئم: مسلمان غزوہ مکہ سے قبل بھی مختلف مہموں کی طرف روانہ ہوتے تھے۔ صرف غزوہ مکہ کے دوران ہی نکاح انقطاعی کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟ کیا صحابہ کرام پندرہ دن تک اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکتے تھے؟

سوئم: نکاح دائمی کی طرح نکاح انقطاعی میں بھی باکرہ عورت کو اپنے ولی سے اجازت لینا ضروری ہے۔ راوی نے جس خاتون کو مُتعہ کی پیشکش کی تھی وہ بقول راوی باکرہ تھی۔ کیا اس عورت نے اپنے ولی سے اجازت لی تھی؟ حدیث کا لب ولہجہ بتارہا ہے کہ عورت کی طرف سے رضامندی کے فوری بعد نکاح انقطاعی کا معاہدہ ہوا اور راوی اس وقت تک اس خاتون کے پاس رہے جب تک کہ آنحضرت ﷺ نے حُرمت کا اعلان نہ کردیا۔

چہارم: مکی معاشرہ ابھی پوری طرح اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا۔ دو اجنبیوں کی طرف سے مُتعہ کی پیشکش پر اس باکرہ خاتون نے نہ اظہارِ تعجب کیا اور نہ ہی انکار۔ یہاں تک کہ خاتون نے یہ استفسار بھی نہ کیا کہ یہ نکاح مُتعہ کیا چیز ہے؟ تشریح طلب پہلو یہ ہے کہ کیا وہ خاتون نکاح مُتعہ سے پوری طرح باخبر تھی؟ جبکہ مُتعہ کی اباحت کا اعلان ہوئے ابھی چند ہی دن ہوئے تھے۔ صرف تین دن کے لئے ہی مُتعہ کی اباحت کا اعلان ہوا تھا تو کیا تین دن کے اندر مکہ کی پوری سوسائٹی متعہ نکاح سے باخبر ہو گئی تھی؟ جبکہ اس وقت مکہ میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ نئے مسلمان ہونے والے افراد کو دین کی مبادیات جیسے توحید، نبوت، قیامت وغیرہ سے آشنا کیا گیا ہوگا۔ مُتعہ کوئی واجب اور لازم امر تو نہیں تھا کہ مبادیات سے زیادہ اس کو فوقیت دی گئی ہو۔

شیعہ محدثین و فقہاء اور موّقت نکاح

موّقت شادی اور نکاح کے حوالے سے شیعہ نقطہ نظر یہ ہے کہ فریقین کی احادیث کی کتب، بشمول امام بخاری و مسلم کی روایات سے بالکل واضح ہے کہ ایک زمانہ میں ازدواج موقت کا عمل جائز تھا اور آنحضرت ﷺ نے ایک دور میں ازدواج موقت کی رُخصت دی تھی۔ لیکن صحیحین کے مطابق بعد میں بوجہ علت آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ جبکہ مسند امام احمد ابن جنبل کی ایک روایت کے مطابق تو متعہ سے ممانعت حضرت عمر نے کی:

عن ابی نضرۃ عن جابر قال متعتان کانتا علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم فنهانا عنهما عمر رضی الله تعالی عنه فانتهینا۔[11] یعنی: "ابو نضرہ نے جابر سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں دو متعے (متعۃ النساء و متعۃ التمتع) رائج تھے پھر حضرت عمر نے ہمیں ان دونوں سے روکا تو ہم رک گئے۔" بنابریں، شیعہ کے مطابق

آنحضرت ﷺ کے عہد میں نکاح متعہ کی اباحت ثابت ہے لیکن حُرمت کے بارے میں کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح اہل تسنن، اہل تشیع کے حدیثی منابع پر بالکل اعتماد نہیں کرتے، اسی طرح اہل تشیع کی نظر میں بھی صحاح کی روایات پر اعتماد بالکل رائج نہیں ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نکاح موّقت کی جیسی ضرورت آنحضرت ﷺ کے دور میں پیش آئی، ویسی ضرورت آج بھی برقرار ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کے زمانہ کا اِنسان اور آج کے انسان میں فطری جبلت ایک ہی ہے۔ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ اُس زمانے کے انسان میں فطری خواہشیں کچھ اور ہوں اور آج کا انسان اُن فطری خواہشوں سے مُبرا ہو۔اِنسانی ضرورتوں اور حاجتوں کے پیرائے میں ازدواج موقت کی اباحت کو تسلیم کرنے میں نہ تنہا کوئی حرج نہیں ہے بلکہ وقتِ ضرورت اِس نکاح کا اعادہ سماجیات کو متوازن رکھنے کا باعث بنتا ہے۔اہل تشیع اپنے موقف کے اثبات میں اپنی علماء کی طرف سے تالیف شدہ احادیث کے ذخیرہ سے تمسک کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک معتبر ذخیرۂ احادیث میں سے دو کتب یعنی اُصولِ کافی اور من لایحضرہ الفقیہ بہت اہم ہیں۔ اصول کافی کے مؤلف، ثقۃ الاسلام کے نام سے ملقب ہیں جبکہ من لایحضرہ الفقیہ کے مؤلف رئیس المحدثین کے نام سے معروف ہیں۔بڑے نام اور مشہور شخصیات کی نشاندہی اِس امر کی وضاحت ہے کہ ان حضرات کی تحقیق و جستجو کوئی سطحی کاوش نہیں ہے۔ مشہور ہے کہ شیخ محمد ابن یعقوب کلینی نے اُصول کافی کو ترتیب دینے کے لئے کم و بیش بیس سال کا عرصہ لگایا اور پیغمبر اسلام ﷺ و ائمہ معصومین علیہم السلام سے منسوب روایات، احادیث اور اقوال جمع کیئے۔ بنابریں، اِن علماء کی وثاقت مسلم ہے۔

بہر صرت، اُصول کافی اور من لایحضرہ الفقیہ جیسی بنیادی کتابوں میں موجود روایات ازدواج موقت کے جواز کو نمایاں کرتی ہیں۔ من لایحضرہ الفقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی گئی ہے: قال الصادق علیه السلام: لیس منا من لم یومن بکرّتنا و یستحل متعتنا[12] یعنی: "جو شخص ہماری رجعت اور متعہ کے حلال ہونے پر ایمان نہ رکھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" اس روایت کے دوسرے حصے میں ازدواج موقت کی جانب اشارہ ہے۔ اس روایت میں متعہ کی حلیّت کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ مذکورہ حدیث کی کئی تفسیریں کی جاسکتی ہیں اور امام علیہ السلام کے قول کے کئی مفاہیم نکالے جاسکتے ہیں لیکن سرِدست ظاہری الفاظ سے جو معنی و مفہوم اخذ ہوتا ہے وہ ازدواج موقت کا جواز ہے۔

شیعہ کتبِ احادیث میں ازدواج موقت کی اباحت سے متعلق ایک اور حدیث کچھ اس طرح نقل کی گئی ہے: عن ابی مریم عن ابی جعفر علیه السلام قال: انه سئل عن المتعة فقال: ان المتعة الیوم لیست کما کانت قبل الیوم، انهن کن یومن یومئذ والیوم لا یومن فاسالوا عنهن و احل رسول الله صلی الله علیه وآله المتعة ولم یحرمها حتی قبض

و قرأ ابن عباس ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ الی اجل مسمیٰ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً من الله﴾[13] یعنی: "ابی مریم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے متعہ سے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ متعہ آج سے پہلے جیسا تھا ویسا نہیں ہے، اُس وقت عورتیں اس پر ایمان رکھتی تھیں مگر آج اس پر ایمان نہیں رکھتیں، لہٰذا ان عورتوں سے دریافت کرلیا کرو اور رسول اللہ ﷺ نے متعہ کو حلال کیا اور کبھی بھی اس کو حرام نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے انتقال فرمایا اور ابن عباس نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿پس اس میں سے جن عورتوں کے ساتھ ایک مدت معینہ تک کے لئے تم متعہ کرو ان کا مہر اُنہیں دے دو، یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے۔﴾ مذکورہ حدیث کا مفہوم مکمل طور پر اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ نکاح ازدواج قیامت تک کے لئے حلال ہے۔ اور اِس کی اباحت کو ثابت کرنے کے لئے امام علیہ السلام نے قرآنِ مجید کی ایک آیت بطور حوالہ پیش کی ہے۔ شیعہ نقطہ نظر سے امام علیہ السلام کے اس قدر واضح پیغام کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ازدواج موقت کی حُرمت کے قائل ہوں۔ دوسری جانب مشہور صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس کی روش کا بھی تذکرہ ملتا ہے کہ وہ معروف آیت کو مفسرانہ انداز میں تلاوت کرکے ازدواج موقت کے جواز کو نمایاں کرتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے منسوب ایک حدیث میں ملتا ہے کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ نکاح موقت نہ صرف سنتِ پیغمبر ﷺ کی اہم جزئیات میں سے ہے بلکہ قرآنی احکام میں سے ایک حکم بھی ہے۔ جیسا کہ شیخ یعقوب کلینی نے اُصول کافی میں بیان کیا ہے: عبداللہ بن عمیر اللیثی الی ابی جعفر فقال لہ: ما تقول فی متعۃ النساء، فقال: احلھا اللہ فی کتابہ و علی لسان نبیہ فھی حلال الی یوم القیامۃ[14] یعنی: "عبداللہ بن عمیر لیثی امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ متعہ کے بارے میں آپؑ کی کیا رائے ؟، امام علیہ السلام نے فرمایا: "خداوند متعال نے اِس کو اپنی کتاب اور اپنے پیغمبر (ﷺ) کی سنت میں حلال کیا ہے، پس تا قیامت حلال ہے۔"

یہاں اس نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام باپ بیٹے کی حیثیت سے اسلامی دُنیا کے لئے قابلِ عزت شخصیات ہیں۔ دونوں نے اسلامی دُنیا کو جدید علوم کی طرف متوجہ کیا اور باقاعدہ ایک مروجہ تعلیمی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ شیعہ علمی ذخائر میں ان بزرگوں کی روایات جابجا ملتی ہیں۔ ازدواج موقت سے متعلق وہ تمام احادیث جن کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہے، اُن احادیث اور روایات کی ترسیل کا ذریعہ بھی یہ دونوں بزرگ ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر اہل تشیع موقت نکاح کے جواز کے قائل ہیں۔ تاہم اہلسنت فقہاء کا موقف یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ بعض موارد میں ایک چیز کی انجام دہی کا حکم دیتے اور پھر اُس کی حُرمت کا حکم جاری کرتے تھے

اور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شروعات میں خواتین کو قبروں کے پاس جانے سے منع کیا پھر بعد میں اجازت دے دی۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے: نھیتکم عن زیارت القبور فزوروھا[15] میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب تم قبروں کی زیارت کرو۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ بعض اوقات مسلمانوں کے اذہان وایمان کو دیکھ کر حُرمت جاری کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایمان کی کمزوری کے باعث مسلمان کسی عمل سے ڈگمگا جائیں۔ لیکن جب مسلمانوں میں ایمان کی پختگی پیدا ہوئی اور وہ دین فہمی کے ماہر ہوئے تو حضرت محمد ﷺ نے نہ صرف قبروں کے پاس جانے کی اجازت دے دی بلکہ زیارتِ قبور کے نتیجے میں حاصل ہونے والے ثواب کا تذکرہ بھی فرمایا۔

نتیجۂ بحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگرچہ مسلمان مسالک کے درمیان قرآن کریم مُشترک ہے لیکن ان کے درمیان احادیث کی روایت اور تطبیق کا نقطۂ نظر بالکل مختلف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات ایک ہی موضوع کے بارے میں ان کے درمیان مکمل اختلاف پایا جاتا ہے۔ دراصل، ایک مسلک کے نزدیک بہت ساری احادیث قطعی ہوتی ہیں تو دوسرے مسلک کے نزدیک وہ احادیث بالکل قابلِ اعتماد نہیں ہوتیں۔ بنابریں، جب تک تمام مسالک احادیث کی روایت، درایت اور تطبیق میں کسی متفقہ روش پر جمع نہیں ہو جاتے ان کے درمیان یہ فقہی اختلافات باقی رہیں گے۔ ایسی صورتحال میں مناسب یہی ہے کہ ہر مسلک کے استدلال اور استنباط کا مکمل احترام کرتے ہوئے مسالک کے درمیان تعمیری مکالمہ کو مہذّب ادبیات کے ساتھ جاری رکھا جائے۔ یقینا اس سے ہر مسلک کو اپنے طرزِ استنباط کو مضبوط تر بنانے کا موقعہ میسر آئے گا۔

*****

حوالہ جات

1۔جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، السیوطی، تفسیر درِ منثور، ج2 (بیروت، دارُالفکر، 2010ء)، 254۔

2۔ ثعلبی، الکشف والبیان عن تفسیرِ القرآن، ج3 (بیروت، دارُالکتب العلمیۃ، 2004ء/1425ھ)، 287۔

3۔حافظ عمادالدین ابوالفداء، ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر سورۃ النساء آیت 24، ج3، "مترجم: مولانا محمد جُوناگڑھی" (لاہور، مکتبہ قدوسیہ، سن ندارد)، 573۔

4۔ شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی، *إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری وبہامشہ صحیح مسلم بشرح النووی*، ج1 (مصر المحمیۃ، المطبعۃ الأمیریۃ ببولاق، 1343ھ)، 44۔

5۔ ابی الحسین مسلم بن الحجاج، القشیری، *المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ*، حدیث: 3145، (بیروت، دار طیبہ، 1426ھ)

6۔ ایضاً، حدیث: 3146۔

7۔ ایضاً، حدیث: 3417۔

8۔ ایضاً، حدیث: 3418۔

9۔ ایضاً، حدیث 3419 تا 3428۔

10۔ محمد بن إسماعیل، البخاری، ابو عبد اللہ، *صحیح البخاری* (دمشق بیروت، دار ابن کثیر، 2002ء/1423ھ)، حدیث 6490۔

11۔ الإمام ابن حنبل، احمد، *مسند احمد*، ج3 (بیروت، دار صادر، سن ندارد)، 325۔

12۔ ابی جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ، القمی، *من لایحضرہ الفقیہ*، ج3 (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1390ھ)، (الطبعۃ الخامسۃ)، 291۔

13۔ الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، *المعجم الاوسط*، ج6، الرقم: 6114 (القاہرہ، دار الحرمین، 2010ء)، 292۔

14۔ ایضاً الکینی، *الفروع من الکافی*، 449۔

15۔ امام مسلم، *صحیح مسلم*، کتاب الجنائز، باب: استیذان النبی ربہ قبر أمہ، ج2، 672، الرقم: 977۔

Bibliography

1) Abu Abdillah, Muhammad b. Ismael al-Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Damascus: *Dar Ibn-e Kathīr*, 1423/2002.
2) Ahmad, al-Imam Hanbal, *Musnad Ibn-e Hanbal*, vol. 3. Beirut: *Dār Sadir*, nd.
3) Al-Qastalali, Shahāb al-Din Ahmad b. Muhammad al-Khatīb, *Irshād al-Sari li Sharh Sahih al-Bukhari wa Bahamashahu Sahih Muslim bi Sharh al-Daori*, vol. 1. Egypt: *al-Matba'h al-Amiriyyah*, 1343AH.
4) Al-Qummi, Abi Ja'far al-Sadūq Muhammad b. Ali b. al-Husyn b. Babawayh, *Man la Yahdur al-Faqih*, vol. 3. Tehran: *Dar al-Kutub al-Islamiyyah*, 1390AH.
5) Al-Qushayri, Abi al-Hasan Muslim b. al-Hajjaj, *Al-Musnad al-Sahih al-Mukhtasar min al-Sunan bi Nql al-Adl un al-Adl ilā Rasoolillah*, Beirut: *Dar Taybah*, 1426AH.

6) Al-Suyuti, Jalal al-Din Abd al-Rahman b. Abi Bakr, *Tafsīr Dur Manthūr*, vol. 2. Beirut: *Dar al-Fikr*, 2010.
7) Al-Tabrani, Abu al-Qasim Solayman b. Ahmad, *Al-Mo'jam al-Awsat*, vol. 6. Cairo: *Dar al-Haramayn*, 2010.
8) Ibn-e Kathīr, Hafiz Imād al Din Abu al-Fida, *Tafsīr Ibn-e Kathīr*, vol. 3.Translated by Maolana Muhammad Junaghari. Lahore: *Maktaba Qudusiyah*, nd.
9) Tha'labi, *Al-Kashf wa al-Bayan un Tafsīr al-Quran*, vol. 3. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyah*, 1425/2004.